مصنوعی ذہانت اور تخلیقی عمل: تشریح و تعبیر

Artificial Intelligence and Human Creativity:

منصور خان (شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج چارسدہ)
ڈاکٹر صدف عنبرین (لیکچرر شعبہ اردو شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور)
منتظر احمد (پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور)

Abstract

Since artificial intelligence has become highly significant in human life and even in human creativity, no amount of writing on this topic can be sufficient. This research article focuses on the relationship and distinctions between artificial intelligence and the creative process. It addresses numerous questions that arise regarding artificial intelligence and creativity, such as: the difference between the creative process and creations by artificial intelligence, the distinctions between AI and human creativity, whether AI-generated creations can be considered literature, and what fundamentally differentiates human existential creation from that of artificial intelligence.

Keywords: artificial intelligence, human creativity, creative process, AI and human creativity,

کلیدی الفاظ: مصنوعی ذہانت، تخلیقی عمل، روحِ ادب، ادیب کے شعوری و لاشعوری محرکات، ادب کی شعریات اور مصنوعیت، مصنوعی ذہانت اور تخلیقیت میں بنیادی امتیازات۔

کیا مصنوعی ذہانت حقیقی معنوں میں تخلیقی ہو سکتی ہے یا یہ محض ڈیٹا کی جمع آوری ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت کی تخلیق کردہ شاعری یا نثر کو ادب کہا جا سکتا ہے؟ مصنوعی ذہانت اور انسانی تخلیقی عمل میں بنیادی فرق کیا ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت تخلیقی عمل کی لطافت و نزاکت کو برقرار رکھ سکتی ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت ادبی تخلیق میں مصنفین اور شاعروں کی جگہ لے سکتی ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت سے متاثر ہو کر ایک نیا ادبی یا فنی رجحان پیدا ہو سکتا ہے؟ یہ سوالات اور اِس قسم کے بہت سے دوسرے سوالات جدید ذہن کا حصہ بن چکے ہیں اور بننے بھی چاہے کیونکہ مصنوعی ذہانت جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے اِن سوالات کا سامنے آنا فطری ہے۔ یہ تحقیقی مقالہ مذکورہ سوالات کے ساتھ ساتھ متعدد متعلقہ مفروضوں کی بھی گرہ کشائی کرے گا نیز مصنوعی ذہانت اور تخلیقی عمل کے محرکات و امتیازی خصوصیات کو واضح طور پر متعین کرے گا۔ مصنوعی ذہانت اپنی اصل میں ہے کیا؟

Artificial intelligence (AI) refers to the capacity of a digital computer or a robot controlled by a computer to carry out functions typically linked with sentient creatures. The expression is often used in relation to the goal of creating systems equipped with the cognitive abilities that are hallmarks of human intelligence, including reasoning, interpreting significance, drawing broad conclusions, and gaining knowledge from previous events.

ترجمہ: مصنوعی ذہانت (AI) سے مراد ایک ڈیجیٹل کمپیوٹر یا کمپیوٹر سے کنٹرول ہونے والے روبوٹ کی وہ صلاحیت ہے جو اسے ان کاموں کو انجام دینے کے قابل بناتی ہے جو عام طور پر احساس رکھنے والی مخلوقات سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہ اصطلاح اکثر ان نظاموں کو تیار کرنے کے مقصد کے حوالے سے استعمال ہوتی ہے جو ان ذہنی صلاحیتوں سے لیس ہوں جو انسانی ذہانت کی خصوصیات ہیں جیسے کہ استدلال کرنا، معنی کی تشریح کرنا، وسیع نتائج اخذ کرنا، اور پچھلے تجربات سے سیکھنا۔(۱)

باقر نقوی اپنی کتاب "مصنوعی ذہانت" میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

> مصنوعی ذہانت ابھی تک کی معلومات اور ترقی کے پیش منظر میں کمپیوٹر سائنس، علم افعال الاعضاء اور فلسفے کے اتصال کو کہتے ہیں جس کی مدد سے انسان میں موجود قدرتی ذہانت کو سمجھا جاسکے اور اُس کی نقالی کے قابل مشینیں بنائی جاسکیں جو انسان کے دماغ کے متبادل کے طور پر کام کرنے کے قابل ہو سکیں۔ دوسرے الفاظ میں مصنوعی ذہانت کے تمام عناصر کی مجموعی کوشش ایسی مشینیں بنانا ہے جو سوچ بھی سکیں، مشکل اور گنجلک گتھیوں کو سلجھا سکیں، اصول سازی کر سکیں اور خیالات یا اشیا کو پہچان کر ان پر اثر انداز ہو سکیں۔ اس سے ایک قدم آگے چلیں تو سوال یہ پیدا ہو گا کہ کیا ایسی مشینیں بنائی جاسکتی ہیں جو مشکل گتھیوں کو سلجھانے، اصول سازی کرنے اور خیالات و اشیا کو پہچان کر ان پر اثر انداز ہونے کے قابل ہونے کے بعد ادراک اور شعور کی حامل بھی ہو سکتی ہوں۔ (۲)

یعنی مصنوعی ذہانت ایک ایسا شعبہ علم ہے جس میں ایسے نظام تخلیق کیے جاتے ہیں جو ڈیٹا میں چھپے پیٹرنز کو سیکھتے (مشین لرننگ) استدلال کرتے اور ان سے نتائج اخذ کرتے ہیں جس کے لیے وہ پہلے سے جمع شدہ ڈیٹا اور منطقی قوانین (الگورتھمز) پر انحصار کرتے ہیں۔ اب کیا مصنوعی ذہانت حقیقی تخلیق ہے یا موجودہ مواد کی ترتیب نو؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ مصنوعی ذہانت کا بنیادی کام موجودہ ڈیٹا کے وسیع ذخیرے کو تحلیل کرنا اور اس میں پوشیدہ نمونوں، رشتوں اور ساختیوں کو سیکھنا ہے۔ جب ہم اس سے کوئی تخلیقی کام کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ انہی سیکھے گئے نمونوں کے مطابق نئے ڈیٹا کا تخمینہ اور تخلیق کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہر تخلیق کا بیج پہلے سے موجود علم میں ہی پنہاں ہوتا ہے۔ یعنی مصنوعی ذہانت کی زیادہ تر پیداوار محض معلومات کی ترتیبِ نو یا ہیئت بدلنے کا عمل ہے۔ یہ مختلف تصورات، خیالات یا اسلوبیات کو یکجا کر کے ایک نیا امتزاج پیش کرتی ہے۔ یہ امتزاج مکمل طور پر تخلیق نہیں ہوتا بلکہ یکجائی اور تشکیل نو کا ایک عمل ہوتا ہے۔

دوسری جانب حقیقی تخلیق میں جذبات، تجربات، ذاتی کشمکش اور کائنات کے ساتھ گہرے رشتے کا ادراک کارفرما ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا سوزِ درون کی مانند ہوتی ہے جو کسی فنکار کے باطن سے جنم لیتا ہے اور تخلیق کو معنی و روح عطا کرتا ہے مصنوعی ذہانت کے پاس اس کا فقدان ہے۔ مصنوعی ذہانت الفاظ اور تصاویر کے درمیان رشتوں کو تو سیکھ سکتی ہے مگر وہ ان کے پیچھے چھپے ہوئے جذبات، داخلی کیفیات اور وجودی تجربے کو محسوس نہیں کر سکتی۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو انسان کی تخلیقی روح اور مشین کی تکنیکی کارکردگی کے درمیان ایک واضح خط کھینچتا ہے۔ کیا مصنوعی ذہانت کے ذریعے تخلیق کیا گیا وہ ادبی پارہ خواہ وہ نثر ہو یا شاعری اصل میں ادب کے زمرے میں آتا ہے؟ یہ سوال بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ آیا مصنوعی ذہانت سے وجود میں آنے والی تخلیق کو ہم روایتی ادب قرار دے سکتے ہیں یا پھر اس کے لیے ادب سے ہٹ کر کوئی نیا تصور یا اصطلاح درکار ہے۔ اس بحث کا محور یہ ہے کہ فن پارے کی تخلیق میں انسانی تجربے، جذبات اور تخیل کے بنیادی کردار کو مصنوعی ذہانت کے الگورتھم عمل سے کس طرح ممیز کیا جائے۔

لہٰذا یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ آیا اس طرح کی تخلیقات کو ہم ادب ہی کہیں گے یا پھر انھیں مصنوعی تخلیق، الگورتھمک ادب یا کوئی اور جداگانہ نام دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ بنیادی طور پر اس سوال کو دو واضح سطحوں پر سمجھا جا سکتا ہے۔ پہلی سطح انسانی وجود کے گہرے اور فطری اظہار سے

متعلق ہے۔ جب کوئی تخلیق کار اپنے باطن سے ایک فن پارہ یا متن وجود میں لاتا ہے تو یہ عمل پوری طرح فطری اور خود رو ہوتا ہے۔ ادبی اصطلاح میں اسے "آمد" کا نام دیا جاتا ہے یعنی تخلیق کا یکلخت اور بے ساختہ پھوٹ نکلنا۔ یہ تخلیق انسانی تجربے، جذبے اور روح کی گہرائیوں سے ابھرتی ہے اور مصنوعی ذہانت یا بیرونی آلہ کار کے بغیر اپنی اصل پہچان رکھتی ہے۔ دوسری سطح شعوری رہنمائی اور ارادی کوشش پر مبنی ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب کوئی استاد یا رہنما اپنے شاگرد کی تربیت اور راہنمائی کرتا ہے تاکہ تخلیقی عمل کو بہتر سمجھا اور برتا جا سکے۔ تاہم یہ شعوری کوشش اکثر بناوٹی یا مصنوعی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس میں فطری بہاؤ کے بجائے سیکھے ہوئے اصولوں اور تکنیکوں پر زور ہوتا ہے۔ ان دونوں صورتوں کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ فطری تخلیق کا سرچشمہ انسان کی روح اور وجود ہے۔ اس میں وہ صداقت اور اصلیت ہوتی ہے جو براہ راست زندگی کے تجربے سے ماخوذ ہوتی ہے۔ یہ تخلیق اپنے آپ میں مکمل اور خود کفیل ہوتی ہے جس میں بیرونی تدبیر یا نقل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جبکہ دوسری صورت یعنی شعوری تربیت کے ذریعے حاصل کردہ تخلیقیت میں بناوٹ یا تصنع کی ممکنہ گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ مزید یہ بھی ممکن ہے کہ تربیت و ریاضت کے بعد یہ شعوری عمل بھی فطری اظہار کا حصہ بن جائے۔ مگر بنیادی تمیز یہی رہتی ہے کہ اصلی تخلیق وہی ہے جو انسان کے اندر سے بے ساختہ اور حقیقی جذبات و افکار کے ابلاغ سے وجود میں آتی ہے۔ اجمالاً ادب کی دونوں صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنوعی ذہانت سے تخلیق کردہ ادب روایتی ادب کے دائرے میں نہیں آتا کیونکہ اس میں وہ انسانی جذبات، داخلی کیفیات اور فنکارانہ شعریات ناپید ہوتی ہیں جو کسی بھی اصل ادبی تخلیق کا خاصہ ہوتی ہیں۔ اس بنا پر ایسی تخلیق جو انسان اور مصنوعی ذہانت کے اشتراک سے وجود میں آتی ہے ،ڈاکٹر خرم یاسین کے مطابق اس کو "انسان مشینی ادب" کہا جا سکے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> "مصنوعی ذہانت سے تخلیق کیے جانے والے ادب کو "مشینی ادب" اور اس کی مدد سے تخلیق کیے جانے والے ادب کو جس میں انسانی ذہانت کا عمل دخل ہو "انسانی مشینی ادب" کا نام دیا جائے۔ (۳)

اب سوال مصنوعی ذہانت اور انسانی تخلیقی عمل میں فرق کا ہے۔ مصنوعی ذہانت اور انسانی تخلیقی عمل کے درمیان بنیادی فرق صرف تکنیکی نوعیت کا نہیں بلکہ ایک گہرا فلسفیانہ اور وجودی امتیاز ہے۔ انسانی تخلیق محض نت نئے امتزاج یا اشکال کی تشکیل نہیں بلکہ اس کے پس پشت صدیوں کی فکری و فلسفیانہ روایت، تاریخی شعور اور ایک مخصوص معنوی و ثقافتی سیاق موجود ہوتا ہے۔ انسان کا تخلیقی سفر اس کے لاشعوری، وجودی کرب و داخلی تضادات اور زندگی کے تجربات سے پھوٹتا ہے جو تخلیق کو محض ایک شے نہیں بلکہ ایک جستجو اور ایک تفسیر بنا دیتا ہے۔ یہ عمل دنیا سے مفہوم سازی اور اپنے وجود کے بارے میں سوالوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس بابت وزیر آغا لکھتے ہیں: (مفہوم)

> تخلیقی عمل ایک ایسا سفر ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ذات کی تنگ حدود سے آزاد ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی جسم مسلسل ایک ہی مدار میں گردش کرنے کے بعد اچانک ایک نئے، وسیع تر مدار میں چلا جائے۔ یہ اصول نہ صرف جسم، معاشرے، اساطیر، تاریخ اور فن پر لاگو ہوتا ہے، بلکہ کائنات کے پھیلے ہوئے نظام میں بھی یہی بنیادی قوت کارفرما ہے۔ حتیٰ کہ حقیقت اولیٰ بھی جو وحدت کی علمبردار اور نام و شکل سے ماورا ہے اپنے تخلیقی عمل میں دو واضح سطحیں ظاہر کرتی ہے پہلی سطح خود فراموشی کی ہے، جو سکون اور ثبات سے عبارت ہے۔ دوسری سطح مسلسل جدوجہد کی ہے، جو بے چینی اور

اضطراب کی مظہر ہے، اور جو لازمی طور پر پہلی سطح کی گہرائیوں سے پھوٹتی
ہے۔ لیکن اس طرح کہ اس کا اچانک ظہور تجلیات کے ایک نئے سلسلے کا نقطہ
آغاز بن جاتا ہے۔(۴)

اس کے برعکس مصنوعی ذہانت کی تخلیقی صلاحیت درحقیقت ایک اعلیٰ درجے کی محاکات اور استدلالی نظام پر مبنی ہے جو پہلے سے موجود ڈیٹا کے نمونوں اور احتمالات کی بنیاد پر نتائج تشکیل دیتی ہے۔ اس کا مقصد انسانی معیارات پر پورا اترنے والی موثر اور نئی شہ پارہ تخلیق کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایک مقصدی اور پیمانہ بند عمل ہے جس میں وہ داخلی کرب، اخلاقی کشمکش یا تاریخی بارآوری نہیں ہوتی جو انسانی فن پارے کو گہرا انسانی اور متحرک بناتی ہے۔

مزید یہ کہ انسانی تخلیق ایک بیانیہ حیات ہے جبکہ مصنوعی ذہانت کی تخلیق ایک ہدف مند تخلیق ہے۔ انسانی تخلیق جذبے، احساس اور داخلی کیفیات سے پھوٹتی ہے۔ یہ روح کی گہرائی اور زندگی کے تجربات کا بیان ہوتی ہے جبکہ مصنوعی ذہانت کی تخلیق ایک ڈیٹا پر مبنی، حساب شدہ اور جذبات سے عاری عمل ہے۔ انسان اپنی تخلیق میں محبت، درد، امید اور خوف جیسے انسانی کیفیات سموتا ہے جبکہ مصنوعی ذہانت کے پاس یہ داخلی کیفیات ناپید ہیں۔ انسانی تخلیق مصنف کے سماجی ماحول، تہذیبی ورثے، مشاہدات اور نفسیاتی تجربات سے براہ راست متاثر ہوتی ہے۔ یہ ارد گرد کے رنگ اور المیے اپنے اندر جذب کرتی ہے جبکہ مصنوعی ذہانت کا عمل صرف اس کے ڈیٹا بیس میں موجود معلومات اور طے شدہ الگورتھم تک محدود ہوتا ہے۔ اس میں نہ کوئی ذاتی یاداشت ہوتی ہے نہ ہی معاشرے کا ایک زندہ حصہ بننے کا احساس۔ انسانی تخلیق زمانوں کے درمیان پل بناتی ہے ماضی کے تجربات، حال کے مشاہدات اور مستقبل کے خوابوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔

جبکہ مصنوعی ذہانت کی تخلیق میں نہ تو ماضی کی شخصی یادیں ہوتی ہیں نہ حال کی جذباتی گرفت اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں کوئی حقیقی جواب۔ یہ صرف موجودہ ان پٹ کا ایک مربوط جواب ہے جو انسانی تخلیق کی کثیر الجہتی وسعت سے محروم ہے۔ یہ فرق ہمیں تخلیق کے دو مختلف مداروں کا ادراک دیتا ہے ایک وجودی تسلسل اور معنوی تلاش کا سفر اور دوسرا ایک جدید ٹیکنالوجی کا حیرت انگیز مگر بے نفس اظہار۔ مثال کے طور پر اب فیض احمد فیض کی نظم "مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ" اور اسی موضوع پر مصنوعی ذہانت سے لکھی گئی ایک نظم کا تقابل پیش کیا جائے گا جو مذکورہ بالا بحث کو مزید واضح کر دے گا۔ فیض احمد فیض کی نظم ملاحظہ کیجیے:

مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ
میں نے سمجھا تھا کہ تُو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غمِ دہر کا جھگڑا کیا ہے
تیری صُورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دُنیا میں رکھا کیا ہے
تُو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے
یُوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا کہ یوں ہو جائے
اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سِوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سِوا
اَن گِنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم

ریشم و اَطلس و کمخواب میں بنوائے ہوئے
جابجا بِکتے ہُوئے کُوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلاتے ہوئے
لوٹ جاتی ہے اِدھر کو بھی نظر کیا کیجیے
اَب بھی دلکش ہے تیرا حُسن مگر کیا کیجیے
اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سِوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سِوا
مجھ سے پہلی سی مُحبت میرے محبوب نہ مانگ (۵)

فیض کی اس نظم میں محبت، محبوب اور عاشقانہ مکالمے کا جادو تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں دو مختلف سمتیں بھی جلوہ گر ہیں۔ ایک طرف جہاں محبت کی نازک وادیاں ہیں وہیں دوسری طرف زندگی کے وسیع تر پہلو بھی موجود ہیں۔ یہ نظم صرف عشق کے گیت تک محدود نہیں بلکہ اس میں سماجی واقعات کی گونج، انسانوں کے دکھوں کی ترجمانی اور ہمدردی کی صدائیں بھی شامل ہیں۔ گویا اس ایک ہی نظم میں انسان کی پوری کائنات سمٹ آئی ہے۔ ازل سے ابد تک پھیلی ہوئی اس کی امیدیں، تلخیاں، جذبات اور سماجی شعور سب کچھ یکجا نظر آتا ہے۔ فیض نے محبت کو صرف ایک جذبے کے طور پر نہیں بلکہ ایک وسیع تر انسانی تجربے کے آئینے میں دیکھا ہے جہاں ذات بھی ہے اور معاشرہ بھی عشق بھی ہے اور انقلاب بھی۔ اسی موضوع پر ہم نے مصنوعی ذہانت سے ایک نظم لکھوائی ہے وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

مجھ سے چاہت کی وہ پہلی سی طلب تو نہ ہی مانگ،
دل میں تیری روشنی اب بھی مہکتا ہوا زخم ہے۔
تیرے جلووں کی حرارت سے شہر جگمگ تو رہیں،
پر یہاں دُور تلک پھیلا ہوا اک اور بھی عالم ہے۔
میں نے سمجھا تھا کہ بس تیرا ہی دکھ کافی ہو گا،
تیری آنکھوں کے نگر میں ہی پناہ مل جائے گی۔
پر یہ رستے، یہ گلی، یہ دھواں، یہ بدن کی منڈیاں
کس سے پوچھوں کہ یہاں کب کوئی خوشبو آئے گی؟
تیری قربت مرے دل کو ابھی بھی بھاتی ہے، ہاں
تیرے ہونے سے مرے دن میں اجالا سا بچھے۔
پر یہ مزدور کے ہاتھوں کی دراڑوں میں چھپا
ایک صدیوں کا اندھیرا ہے، جو دہرے زخم سہے۔
ان گھروں میں جہاں بھوک ہے، ادھ کھلے زخموں کی طرح،
وہاں خواہش کی کرن بھی کبھی پوری نہیں ہوتی۔

جہاں انسان کی قیمت ہے فقط چند سکے،
وہاں عشقوں کی شہادت بھی ضروری نہیں ہوتی۔
میرے محبوب، محبت تو ابھی زندہ ہے مگر
یہ حقیقت بھی تو دیکھ یہ جہاں ٹوٹ رہا ہے۔
صرف ایک وصل کی چاہت سے بدلتے کب تھے
وہ بدن جو ہر گلی میں برف کی قیمت پہ بکتا ہے؟
تیرا احسن ابھی بھی دل کی دھڑکن میں دھڑکتا ہے،
پر میں کیسے تجھے کہہ دوں کہ یہ دنیا نہ دیکھ؟
آؤ، عشق کو فقط خواب کی صورت نہ رکھیں
آؤ، دل کے ساتھ دل کی سرحدیں بھی کچھ بدلیں۔
مجھ سے چاہت کی وہ پہلی سی طلب تو نہ ہی مانگ،
ایک نیا عہد بنالیں... کہ محبت بھی ہو
اور تغیّر بھی ہو...
اور یہ دنیا بھی کچھ سانسیں نئی لے سکے۔(۶)

پہلی نظم ایک انسانی تجربے اور حسیت کا عکس ہے جو شاعر کے جذبات، تخیل اور لفظوں کے ساتھ رچے بسے تعلق سے پھوٹتی ہے۔ اس میں فطری روانی، آہنگ اور معنوی گہرائی موجود ہے جو قاری کو اپنی لے میں باندھ لیتی ہے اور ہر بار پڑھنے پر نئے معنی اور جذباتی لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نظم بار بار پڑھنے کی ترغیب دیتی ہے گویا اس کے مصرعے زندہ اور متحرک ہیں۔ دوسری طرف مصنوعی ذہانت کی تخلیق کردہ نظم میں یہ داخلی روح اور موسیقی ناپید ہے۔ اس کے مصرعے چاہے ظاہری طور پر ہموار ہوں، لفظوں کی بناوٹی ترتیب سے آگے نہیں بڑھ پاتے۔ یہ جذبات کے بجائے حساب سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہے جس میں وہ انسانی لمس، تجربے کی گونج اور شاعرانہ پیچیدگی موجود نہیں جو کسی تخلیق کو بار بار پڑھنے کے قابل بناتی ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو ان دونوں تخلیقات کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔

اِن مثالوں سے اس سوال "کہ کیا مصنوعی ذہانت تخلیقی عمل کی لطافت و نزاکت کو برقرار رکھ سکتی ہے؟" کی بھرپور وضاحت ہو جاتی ہے۔ مصنوعی ذہانت نے اگرچہ حیرت انگیز ترقی کی ہے اور وہ معلومات کو مربوط کرنے، پیٹرنز پہچاننے اور منطقی مسائل حل کرنے میں ماہر ہے لیکن اس میں انسانی تخلیق کی وہ لطافت و نزاکت قطعی طور پر موجود نہیں ہے۔ یہ لطافتیں دراصل گہرے جذبوں، نفسیاتی تجربات اور انسانی حسیات سے عبارت ہوتی ہیں۔ مصنوعی ذہانت کا نظام صرف ڈیٹا اور الگورتھمز پر چلتا ہے جبکہ انسانی تخلیق کا رشتہ روح کے تجربات اور زندگی کے رنگوں سے جُڑا ہوا ہے۔ یہ لطافت و نزاکت جذبوں اور احساسات سے ہم کنار وسیلے ہیں جو صرف انسانی تخلیق ہی میں واضح طور پر سامنے آسکتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کی تخلیقات میں یہ جذبہ و احساس ناپید ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس نہ تو کوئی ذات ہے نہ کوئی داخلی دنیا اور نہ ہی وہ تجربات جو انسان کو حسیاتی طور پر مالا مال کرتے ہیں۔ جہاں احساس و جذبہ نہ ہو، وہاں نزاکت و لطافت کا ہونا ناممکن ہے۔

دوسری جانب تخلیقی اصناف میں مصنوعی ذہانت کے بڑھتے ہوئے استعمال کے بارے میں یہ خدشہ پیدا ہوا ہے کہ آیا یہ ٹیکنالوجی انسانوں کے روایتی تخلیقی کردار کی جگہ لے لے گی۔ اس سوال کے جواب کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم فنکارانہ اظہار کی حقیقی نوعیت کو کس نظر سے دیکھتے

ہیں۔ حقیقی تخلیقیت محض الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتی بلکہ اس کے پیچھے ایک منفرد انسانی تجربہ، جذبات کی گہرائی اور زندگی کے ساتھ معنوی ربط کارفرما ہوتا ہے۔ مصنوعی ذہانت اپنی تمام تر پیچیدگی کے باوجود، ڈیٹا کے نمونوں کی تشکیل نو تو کر سکتی ہے، مگر انسانی نفس کے اس فلسفیانہ و جذباتی سفر سے عاری ہے جو اصل ادب و فن کی بنیاد ہے۔ ایسے مصنفین اور شاعر جو اپنے اندر ایک واضح اصلی اور منفرد طرز احساس رکھتے ہیں جن کا تخلیقی عمل ان کے اپنے مشاہدات، تکالیف، مسرت اور وجودی سوالات سے پھوٹتا ہے ان کے لیے مصنوعی ذہانت کوئی وجودی خطرہ نہیں۔ یہ تخلیق کار اپنا سفر مصنوعی ذہانت کے وجود سے پہلے بھی طے کر رہے تھے اور آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے یہ ٹیکنالوجی ایک نئے اوزار یا معاون کی حیثیت اختیار کر سکتی ہے مگر یہ ان کی تخلیقی روح، ان کے طرزِ احساس اور منفرد اسلوب کا متبادل ہرگز نہیں بن سکتی۔

البتہ مصنوعی ذہانت درحقیقت ان ادیبوں کے لیے ایک تنبیہہ ہے جن کا تخلیقی عمل ابتدا ہی سے سطحی، تقلیدی اور دوسروں کے تجربات و اسلوب پر انحصار کرتا آیا ہے۔ جو ادب یا شاعری محض رائج الوقت موضوعات، الفاظ کے جملوں یا دوسرے مصنفین کے انداز کی نقالی پر مبنی ہو وہ پہلے ہی ایک قسم کی مصنوعیت کا شکار تھی۔ مصنوعی ذہانت ایسی روایتی غیر اصلی تخلیقات کو بڑی تیزی اور وسیع پیمانے تیار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جو انسانی نقالوں کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ مجموعی طور پر مصنوعی ذہانت تخلیقی عمل میں ایک بڑی تبدیلی کا موجب ضرور ہے مگر یہ تخلیقی اظہار کی بنیادی ضرورت ختم نہیں کرتی۔ اس کا سب سے اہم اثر یہ ہے کہ اس نے اصل اور نقل، گہرائی اور سطحیت، انسانی تجربے اور ڈیٹا کے امتزاج کے درمیان فرق کو مزید واضح اور اہم بنا دیا ہے۔ آنے والا دور تخلیق کاروں سے ان کی اصلیت، جراتِ اظہار اور فکری گہرائی پر اصرار کرے گا۔ ایسے میں جو ادیب اپنے اندر کے سچ سے جڑے رہیں گے مصنوعی ذہانت ان کا راستہ روکنے کے بجائے ان کا سفر تیز تر کرنے کا وسیلہ بن جائے گی۔

اگر ان تمام نکات کا جائزہ لیا جائے تو مصنوعی ذہانت اور انسانی تخلیقی عمل درحقیقت دو مختلف بنیادوں پر استوار ہیں۔ مصنوعی ذہانت کا تعلق ڈیٹا، الگورتھم اور مشینی عمل سے ہے جو ایک مصنوعی نظام کے ذریعے موجودہ نمونوں کی بازترتیب اور تجزیہ کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی مصنوعیت ہے جو کبھی بھی انسانی جذبات، داخلی تجربات یا حسی ادراک کی اصل نوعیت کو حاصل نہیں کر سکتی۔ دوسری طرف انسانی تخلیق کا سرچشمہ شعور، نفسیاتی گہرائی، سماجی و تاریخی سیاق اور فرد کی منفرد داخلی دنیا میں پیوست ہے یہ وہ عوامل ہیں جو مشین کے لیے ناقابل رسائی ہیں۔ اس بنیادی فرق کے باوجود یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ مصنوعی ذہانت انسانی تخلیقیت کے لیے مکمل خطرہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نیا آلہ یا میڈیم بن سکتی ہے جو انسانی تخلیقی صلاحیتوں کو نئے ذرائع اور وسائل فراہم کرے۔ جیسے تاریخی ادوار میں ایجاد ہونے والے نئے اوزاروں نے فنکاروں کے لیے نئی راہیں کھولیں اسی طرح مصنوعی ذہانت بھی انسان کے ساتھ تعاون کے نئے امکانات پیدا کر رہی ہے۔ لہٰذا خطرے کے بیانیے سے زیادہ دانشمندانہ نقطہ نظر یہ ہوگا کہ ہم اس ٹیکنالوجی کے سماجی، اخلاقی اور تخلیقی مضمرات کا جائزہ لیتے ہوئے اسے انسانی تخلیق کا معاون اور توسیع کار بننے دیں۔

حوالہ جات

۱۔ https://www.britannica.com/technology/artificial-intelligence

۲۔ باقر نقوی، مصنوعی ذہانت، اکادمی بازیافت، اردو بازار کراچی، فروری ۲۰۰۶، ص ۴۳

۳۔ ڈاکٹر، محمد خرم یاسین، مصنوعی ذہانت اور اردو زبان و ادب: امکانات و مسائل، مجلہ بنیاد، جلد ۲۰۲۴، ۱۵، ص ۲۸۱

۴۔ ڈاکٹر، وزیر آغا، تخلیقی عمل، مکتبہ اردو زبان، سرگودھا، ۱۹۷۰، ص ۹

۵۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، سن اشاعت ۱۹۸۶، ص ۵۳

۶۔ Chat GPT Version 1.2025.329(28)